ڈاکٹر انور علی
اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اُردو، اسلامیہ کالج، یونیورسٹی، پشاور
محمد طاہر بوستان خان
شعبہ اُردو، کیڈٹ کالج سوات
شہاب الدین
لیکچرار شعبہ اُردو، اسلامیہ کالج یونیورسٹی پشاور

فیض احمد فیضؔ اور غنی خانؔ کا تصورِ انقلاب

Dr. Anwar Ali
Assistant Professor, Department of Urdu, Islamia College, University, Peshawar.
Muhammad Tahir Bostan Khan
Department of Urdu, Cadet College Sawat.
Shahab ud Din
Lecturer, Department of Urdu, Islamia College University, Peshawar.

The Vision of Faiz Ahmad Faiz and Ghani khan About Revolution.

Faiz Ahmad faiz entertains a great status when it comes to Urdu poetry.During his life time, he passed through a series of opperession and impriosonment, however nothing could shake of his determination. Similarly, Ghani khan has the almost equal contribution towards Pashto poetry. We will highlight a comparative study of the contribution of both Faiz Ahmad Faiz and Ghani Khan in Urdu and Pashto respectively. Regarding the thought and artistic value both these great poets have introduced new fields in the realm of urdu and pashto poetry.Their services will always be remembered by the readers and critics of Urdu and Pashto literature.

Key Words: *Contribution, Comparative, Thought, Artistic, Entertains, New fields, Realm, Remembered, Critics, Opperession.*

دنیائے ادب میں فیض احمد فیضؔ کی اپنی الگ پہچان ہے۔ آپ کا نظریہ شعر عہدِ حاضر کی خاک میں پروان چڑھا۔ انہوں نے زندگی میں بہت سی سختیاں جھیلیں۔ یہ ان کی نظر کی وسعت ہے کہ انہوں نے خود کو کبھی خفا ظاہر

نہ ہونے دیا۔ انہوں نے انہی سخت حالات کو اپنی زندگی کی کتاب کے الگ الگ باب کا حصہ سمجھا۔ اسی طرح غنی خان پشتو زبان کے وہ نامور شاعر ہیں جنہوں نے اپنی شاعری کے ذریعے قوم کو جینے کا راستہ سکھایا۔ ان کا صوفیانہ رنگ دوسرے پشتون شعرا سے بالکل الگ ہے۔ غنی خان کی شاعری کو تین ادوار میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ پہلا دَور لڑکپن کا، دوسرا دَور یورپ کا اور تیسرا دَور یورپ کے بعد کا ہے جس میں ان کا فلسفہ عروج پر پہنچا ہوا دکھائی دیتا ہے۔

ذیل میں غنی خانؔ اور فیض احمد فیضؔ کی شاعری میں مشترکہ تصور انقلاب پیش کیا جارہا ہے۔ غنی خانؔ کو پشتو شاعری میں انقلاب کے حوالے سے نہت بڑا مقام حاصل ہے۔ ان کے فلسفۂ انقلاب کو سمجھنا ہر کسی کے بس کی بات نہیں۔ وہ زندہ دلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

شہ وکڑی شاہ باز یا بہ روکیگی یا بہ زور کڑی
شہ ووَی جرس چہ وی ژوند ھلہ چہ شور کڑی [۱]

مطلب یہ کہ عقاب اپنے زور کے بل بوتے پر یا تو فنا ہو جائے گا یا اپنے زور سے نظام میں بدلی لائے گا۔ زندگی تو تب زندگی بنتی ہے جب اس میں زور و شور دونوں موجود ہوں۔ بغیر زور و شور اور جوش و جذبے کے تو جانور بھی زندگی نہیں گزارتے۔ جب کہ فیضؔ بھی غنی خانؔ کی طرح اچھوتا خیال لیے ہوئے کہتے ہیں۔

اب کوچۂ دلبر کا رہرو، رہزن بھی بنے تو بات بنے
پہرے سے عدو ٹلتے ہی نہیں اور رات برابر جاتی ہے

غنی خانؔ کہتے ہیں کہ ایک طرف ایسا انسان ہے جس کے ہاتھ میں تلوار ہے اور اس کی آنکھیں غصے سے سرخ ہیں۔ وہ زندگی کو کیسے گزارتا ہے جب کہ دوسری طرف ایسا انسان ہے جو تنہا بیٹھا ہے اور دوسروں کی ترقی کو حیرت سے دیکھتا ہے۔ یعنی اس میں صرف تماشا دیکھنے کی قوت ہے اور کچھ کر سکنے کی جرأت نہیں رکھتا۔ جب کہ اس خیال کو فیضؔ بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ آج کے انسان کو خوابِ غفلت سے بیدار ہونا چاہیے، ورنہ ذلّت و رسوائی کی زندگی اس کا مقدر ہوگی۔

یو لہ تیز نیلے، سترگے سرے سرہ تورہ پہ لاس
بل لہ تنہائی، رنگین ملکونہ د حیرت [۲]

فیضؔ بھی اس خیال کو تقویت دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ سرکش عناصر کی سرکشی کو با آسانی دور کیا جا سکتا ہے لیکن اس کے لیے عمل کی ضرورت ہے اور عمل والے سے بدقسمتی سے یہاں موجود نہیں۔ فیضؔ کے نزدیک

استعماری طاقتیں کب تک غریبوں کی حق تلفی کرتی رہیں گی؟ اگر ہم بحیثیت قوم متحد ہو جائیں تو یہ بنی بنائی قوتیں خود بخود فنا ہو جائیں گی۔ وہ کہتے ہیں۔

یہ مظلوم مخلوق گر سر اُٹھائے
تو انسان سب سر کشی بھول جائے
یہ چاہیں تو دنیا کو اپنا بنالیں
یہ آقاؤں کی ہڈّیاں تک چبالیں
کوئی ان کو احساسِ ذلّت دلا دے
کوئی اِن کی سوئی ہوئی دُم ہلا دے (۳)

یہاں فیضؔ کی شاعری کا اثر سر گوشی کے بجائے شورِ محشر بن جاتا ہے جس میں رزمیہ آہنگ موجود ہے۔ یہ رنگ انقلاب کے لیے راستہ ہموار کرنے کا ذریعہ بن جاتا ہے۔

غنی خانؔ کہتے ہیں۔

زہ بہ تل حسینؓ یم او ښکاری بہ تل یزید وی؟
لاس کے کلہ دام م کلہ ټوپک، کلہ لندہ؟ (۴)

مطلب یہ کہ میں ہمیشہ کے لیے حضرت امام حسینؓ کا کردار ادا کروں گا اور جس کو شکار کرتا رہوں گا، وہ ہمیشہ کے لیے مجھے یزید کی صورت میں دکھائی دے گا۔ اس شکار کے لیے میرے ہاتھوں میں کبھی غلیل، کبھی بندوق تو کبھی جال ہو گا۔ یوں ہی دنیا میں رہتے ہوئے میں شکار کھیلتا رہوں گا۔ جب کہ فیضؔ بھی لبّیک کہہ کر جگر داروں کو کہتے ہیں۔ لکھتے ہیں۔

نذر مانگے جو گلستاں سے خداوندِ جہاں
ساغرِ مَے میں لیے خونِ بہاراں چلے
امتحاں جب بھی ہو منظور جگر داروں کا
محفلِ یار میں ہمراہِ رقیباں چلے (۵)

زندگی کے نشیب و فراز کا فیض کی ذات پر گرفت نظر نہیں آتی۔ یہاں فیضؔ کی دلیری کی نوعیت جذباتی نہیں بل کہ فکری ہے۔ فطری طور پر فیضؔ ایک اچھے اور میٹھے انسان تھے۔ ایک اچھے دانشور کی حیثیت سے لوگ

اسے جانتے تھے۔ مگر فیضؔ نے بہ حیثیت انقلابی شاعر آفاقی شہرت حاصل کی تھی۔ انہوں نے ماضی کو حال کے ساتھ ملا کر ہماری توجہ روشنیوں کے ساتھ ساتھ کالے منڈلائے بادلوں کی طرف بھی دلائی۔ یہی وجہ ہے کہ آج ان کی شاعری دلوں کو ایک قسم کی تازگی دیتی ہے۔ غنی خانؔ دنیا کی بے ثباتی کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ انسان اس دنیا میں ہمیشہ رہنے کے لیے نہیں آیا۔ پس ضروری ہے کہ انسان اس بات پر سوچ لے کہ میری یہاں دو دن کی زندگی ہے مجھے چاہیے کہ اسے غیرت مند بن کر گزاروں، نہ کہ لوگوں کی تنقید کا نشانہ بن جاؤں۔ اس حوالے سے وہ لکھتے ہیں۔

محفل د غمونو او جہان د غم
یو شمع وڑہ، دنیا تور تم
یو بحر خموش کے یو کڑنگ د ساز
پہ راج د مرگی کے د ژوند آواز (۶)

مطلب یہ ہے کہ اس دنیا کی غموں بھری محفل ہے، یہاں روشنی کم جب کہ تاریکی زیادہ ہے۔ اس تاریک اور خاموش زندگی میں شور ہونا چاہیے کیوں کہ زندگی تو ویسے بھی فانی ہے پھر کیوں اس زندگی کو سخت جھیل کر گزارا جائے، کیوں نہ انقلاب برپا کیا جائے، جہاں تک موت کی بات ہے، یہ تو ہر صورت میں آنی ہے۔ حاصل مطلب یہ کہ ہمیں اس دنیا میں شیر بن کر زندگی گزارنی چاہیے۔ اس انقلاب ہی کے حوالے سے فیض کے درج ذیل اشعار ملاحظہ ہوں۔

ہم نے مانا جنگ کڑی ہے
سر پھوٹیں گے، خون بہے گا
خون میں غم بھی بہ جائیں گے
ہم نہ رہیں، غم بھی نہ رہے گا (۷)

راہ وفا میں اپنی زندگی قربان کر دینے کے عمل نے فیضؔ کے ہاں ”شادم از زندگیِ خویش کہ کارے کردم“ کا احساسِ مسرّت پیدا کیا ہے۔ فیضؔ جس راز پہ نازاں ہیں وہ اپنی ریاست میں انقلاب، عادلانہ، روشن خیال اور متحرک معاشرے کا قیام ہے۔ اس کے بر عکس حکمران طبقہ، جاگیر دارانہ استحصال اور سرمایہ دارانہ لُوٹ جھپٹ کے نظام کو جوں کا توں بر قرار رکھنے کی حکمتِ عملی کو حُبِّ وطن کا نام دیتے ہیں۔ اس لیے فیضؔ حکمران طبقے کی منطق کو

تحریکِ پاکستان کے نصب العین سے انحراف قرار دیتے ہوئے خون میں بہ جانے کو ترجیح تو دیتے ہیں لیکن ظلم برداشت نہیں کرتے۔ غنی خان ؔاپنے اشعار میں لفظ "پٹھان" کا بطور مثال استعمال کر کے محض پٹھانوں سے مخاطب نہیں بل کہ وہ اپنے ملک کے تمام جوانوں سے مخاطب ہیں کہ تمہارے حق پر تمہارا دشمن غالب ہے اور تم ہاتھ پہ ہاتھ رکھ کر تماشا دیکھ رہے ہو، یہ تمہارے لیے مرنے کا مقام ہے۔اس حوالے سے لکھتے ہیں۔

تور خامار منحیلہ پروت دے دخمار پہ خزانو
دپرون غلام، بادشاہ یے، دصبا دلیونو
ھر پختون دیرے رَپی، وَرک شونوم دپختنو
دسروستر گو غیرت اوچ شوھمّت وَرک شو دسینو(۸)

اس شعر میں شاعر پٹھانوں کو ان کی حقیقت سے آگاہ کرتے ہوئے کہتا ہے کہ اے پٹھان قوم! دشمن کل کا غلام تھا لیکن جس طرح وہ تمہارے مال و دولت پر قابض خزانے کے سانپ کی طرح بیٹھا ہے، آج کے کم ظرف جوانوں کی وجہ سے یہ جابر اور ظالم اسی خزانے اور اس ملک کا حاکم ہو گا۔ کیوں؟ کیوں کہ اے جوان تجھ میں غیرت نام کی کوئی چیز نہ رہی، تجھ میں ہمت اور حوصلہ نہیں رہا اس لیے اب غلامی بھگتو۔ فیض ؔملک کے اندر ظالم حکمرانوں کے بارے میں کہتا ہے کہ ان کا ملک پر ظالمانہ راج ہے۔ وہ اس درد کو سہہ نہیں سکتا، اس لیے کہتے ہیں۔

جب کبھی بکتا ہے بازار میں مزدُور کا گوشت
شاہراہوں پہ غریبوں کا لُہو بہتا ہے
آگ سی سینے میں رہ رہ کے اُبلتی ہے نہ پوچھ
اپنے دل پر مجھے قابو ہی نہیں رہتا ہے(۹)

فیض ؔنے عمر بھر ظالم حکمرانوں کی نفی کی ہے۔ وہ اللہ کی ذات سے محبت کے سیاسی اور روحانی مسلک پر قائم رہے۔ اور یہی ثابت قدمی فیض ؔکی اسیری اور پردیس میں دربدری کا باعث بنی۔ان کا ایسا طرزِ بیاں جہاں انقلاب کی کشمکش کو رومانی دل کشی بخشتا ہے وہاں کسی عظیم اجتماعی اورش پر جان نثار کر دینے کو جاں کے زیاں سے زیادہ تکمیل آرزو کی سی شادکامی کا تجربہ بنا دیتا ہے۔

غنی خان ؔجوان سے مخاطب ہیں کہتے ہیں کہ تم بہادر بن کر تلوار اُٹھا اور میدان جنگ جا کر اپنی حقیقت سے اپنے دشمن کو آگاہ کر۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ تم مُلا کی باتوں میں آکر اس کی طرح حلوہ کے رسیا بن جاؤ اور ایک عظیم

مقصد تجھ سے رہ جائے۔یعنی تم کسی کی باتوں میں نہ آؤ۔ تلوار ہی کے ذریعے تم دشمن سے اپنا حق چھین سکتے ہو۔اور اگر تم ایسا نہ کرو تو تمہارا نام تک مٹ جائے گا اور پھر تمہاری آنے والی نسل تجھے اچھے لفظوں کے ساتھ یاد نہیں کرے گی۔وہ اس کا اظہار یوں کرتے ہیں۔

تورہ راواخلہ تورہ پورتہ کہ میدان تہ زہ
لوگے لمبہ شہ پہ مستئ کور کور د جانان تہ زہ
گنی ڈوبیگے پہ پیتئ او پہ حلوہ کے مُلا
جنت دِبا ئیلو د ٹیپر وپہ سودا کے مُلا(۱۰)

یہاں فیض بھیؔ ایک عمل کا پیغام دیتے ہیں۔وہ بھی غنی خانؔ کی طرح ایک عمل کی دعوت دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ غرض گھٹا برسنے سے نہیں بل کہ بادل کے گرجنے سے ہے، اگر بادل یوں ہی گرجتا رہے تو گھٹا برسنے کی دیر نہیں ہوتی۔اس لیے وہ کہتا ہے کہ پاپوش کی فکر کرنے کی کوئی ضرورت نہیں بس دستار کو سنبھالو۔فیضؔ کہتے ہیں۔

ساغر تو کھنکتے ہیں شراب آئے نہ آئے
بادل تو گرجتے ہیں گھٹا برسے نہ برسے
پاپوش کی کیا فکر ہے، دستار سنبھالو
پایاب ہے جو موج گزر جائے گی سر سے(۱۱)

غنی خانؔ کہتے ہیں کہ اے انسان!سکندری اور قلندری دونوں کے لیے مزاچاہیے۔وہ مزاجو تجھے مستی اور جوان مردی پر اکسائے، جو تجھے ایک قسم کے تکبر پر اکسائے۔اسی مستی اور تکبر کے نشے میں رہتے ہوئے تم زندگی میں کوئی بڑا کارنامہ سرانجام دے سکو۔اگر تجھ میں سکندری اور قلندری دونوں نہیں تو تم بے کار پرزہ کے علاوہ کچھ بھی نہیں ہو۔تمہیں اپنی حقیقت آپ پہچاننی چاہیے۔سکندری اور قلندری کے جس جون مردی کی ضرورت ہے اس کا تیرے وجود میں پایا جانا از حد ضروری ہے۔

سکندری قلندری دواڑہ سرور غواڑی
دواڑہ مستی او جوانمردی خندا غرور غواڑی(۱۲)

جب کہ فیضؔ کے ہاں بھی یہ خیال دیکھا جا سکتا ہے۔اس حوالے سے وہ لکھتے ہیں۔

پھر آگ بھڑکنے لگی ہر سازِ طرب میں
پھر شعلے لپکنے لگے ہر دیدۂ تر سے (۱۳)

غنی خانؔ کہتے ہیں کہ میری یہ بات غور سے سنو کہ پشتو، غیرت کے لیے تلوار اُٹھا، کیوں کہ یہ تُو خود کے لیے کرے گا کسی اور پر کوئی احسان نہیں کرے گا۔ ایسا کرنے ہی میں زندگی کا راز پوشیدہ ہے۔ شاعر کے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر کسی اور کا منتظر بیٹھنے سے یہ اچھا ہے کہ تُو خود تلوار نکال لے اور ظلم کا خاتمہ کر دے۔ اگر تم ایسا کروگے تو تیری آنے والی نسل کے لیے یہی بہتر ہو گا اور اگر خدانخواستہ تم نے ایسا نہیں کیا تو تم اپنے آنے اولی نسلوں کے لیے تضحیک کی نشانی بن جاؤ گے۔

نامردہ لالہ واوَرہ یو خبرہ دَ غنیؔ نہ
پختو غیرت او تورہ، پہ پختو او غیرت مینہ
داھسیں سوک بل لہ نہ کڑی، داھر سوک زان لہ کوینہ
داژوند دِ دَروح ژوند دے، لکہ ژوند دوجو دوینہ (۱۴)

فیضؔ استعمار کے خلاف اپنی آواز بلند کرتے ہیں اور انسان کی عظمت کا علم اٹھا کر چلتے ہیں۔ انسان کی عظمت کا علمبردار بن کر وہ کوئے یار سے بھی گزرتے ہیں وہاں ٹھہرتے ہیں تو کوہِ گراں بن جاتے ہیں، چلتے ہیں تو جہاں سے گزر جاتے ہیں اور محبوب کی گلی کو یادگار بناتے ہیں۔ فیضؔ اپنی نظم "ندائے غیب" میں کہتے ہیں۔

ہر اک اولی الامر کو صدا دو
کہ اپنی فردِ عمل سنبھالے
اٹھے گا جب جمعِ سرفروشاں
پڑیں گے دارورَسن کے لالے
کوئی نہ ہو گا کہ جو بچا لے
جزا سزا سب یہیں پہ ہو گی
یہیں عذاب و ثواب ہو گا
یہیں سے اُٹھے گا شورِ محشر (۱۵)

غنی خانؔ قوم کے جوانوں کو غیرت دلاتے ہوئے کہتے ہیں کہ مجھے ایسے نوجوانوں کی قطعی ضرورت نہیں جو اپنے ملک کی حفاظت کرنا نہیں جانتے۔ میں اپنے وطن کو ہر مشکل سے انقلاب ہی کے ذریعے چھٹکارا دلاؤں گا۔ ایسا کرتے ہوئے یا تو خود مٹ جاؤں گا اور یا اپنے مقصد میں کامیاب ہو کر اس وطن کا نام تمام دنیا میں روشن کروں گا۔ میں اور میری قوم لاپرواہ اور خود غرض نہیں۔ ہم بحیثیت قوم اپنا دفاع جانتے ہیں۔

کڑم بہ خپل وطن دَټول جھان دننداروروملک بہ کڑم آزاد
سہ بہ کڑم بے ننگہ قام سہ بہ کڑم بے جنگہ قام
یابہ پرے لوگے شم یابہ یے جوڑ کڑم بے داروروداوطن برباد
کڑم بہ خپل وطن دَټول جھان دَننداروروملک بہ کڑم آزاد (۱۶)

آزادی کے نصب العین سے فیضؔ کی اٹوٹ وابستگی کی جلوہ گری فیضؔ کی نظموں میں دیکھی جاسکتی ہے جو آزادی کے بہت قریب آکر اچانک اور ناگہاں طور پر دُور چلے جانے کے ماحول میں کہی گئی ہیں۔ فیضؔ کے ہاں یہاں مزدوروں، کسانوں اور دانشوروں کا اتحاد قائم ہے کیوں کہ فیضؔ کے نزدیک یہ لوگ ترقی پسند تحریک کے پرچم تلے آزادی اور انصاف کی جنگ میں اک پرچم کے سائے تلے ایک ہیں۔

تجھ کو کتنوں کا لُہو چاہیے اے ارضِ وطن
جو ترے عارضِ بے رنگ کو گلنار کریں
کتنی آہوں سے کلیجہ ترا ٹھنڈا ہو گا
کتنے آنسو ترے صحراؤں کو گلزار کریں (۱۷)

غنی خانؔ مردِ مجاہد کے حوالے سے کہتے ہیں۔

ژوند بہ سہ قصہ دَدے رنگین جھان دَرنگ او کڑی
دانیمے مڑے گوتے بہ سہ ستادَطبعے شرنگ او کڑی
وچے سپیرے شونڈے بہ پہ سہ ناز او نیاز او کڑی
داغمگینے سترگے بہ پہ کومہ نشہ رنگ او کڑی (۱۸)

مطلب یہ ہے کہ مردِ مجاہد تو وہ ہوتا ہے جو مستی کے ساتھ جیے، نہ کہ اس کے ہاتھوں میں دم نہ ہو۔ جن انسانوں میں جینے کی تمنا ہو اور جو کچھ کرنا چاہتے ہوں وہ کچھ کر کے دکھاتے ہیں، اور یہ نقلاب ہی کے ذریعے ممکن

ہے۔ شاعر آج کے جوان کو اشارہ کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اگر آج کے جوان میں انقلاب کا جوش نہ ہو تو وہ کیسے کوئی کارنامہ سر انجام دے گا۔ جب کہ فیض اس خیال کو بھی دعوتِ رقص تلوار کی دھار پر دیتے ہوئے کہتے ہیں۔

بزم برپا کرے جس کو منظور ہو
دعوتِ رقص، تلوار کی دھار پر (۱۹)

یہاں غنی خانؔ اور فیضؔ دونوں ہم خیال ہیں۔ فیضؔ کی تشنہ تکمیل تمناؤں میں سے ایک تمنا طویل رزمیہ نظم کی تخلیق تھی۔ ایک ایسے زمانے میں جب فیضؔ کی قفس میں ایجاد کردہ طرزِ فغاں سارے گلشن میں مقبول ترین طرزِ بیاں تسلیم کی جاچکی تھی۔

غنی خانؔ کے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ اے نوجوان! اُٹھ اور تلوار اُٹھا۔ تجھے تلوار اور ایمان کی حرارت زندہ رکھے گا۔ تم اپنی قوت سے دشمن پر حملہ آور ہو جا اور اپنا حق چھین لو۔ شاعر افسوس کرتے ہوئے کہتا ہے کہ اے جوان! تُو کیسا جوان ہے کہ تجھے اپنے مٹنے کا احساس تک نہیں۔ اے نوجوان اُٹھ! خود سے غلامی کا دھبا دھو کر تلوار اُٹھا اور اللہ اور رسول کا نام لے کر مسلمان قوم کو بچانے میں اپنا کردار ادا کر۔ آج وقت ہے دنیا کو دکھانے کا۔ اپنی تلوار اور اسلام کے نشے میں مست ہو کر اپنی حقیقت سے اپنے دشمن کو آگاہ کر۔ دشمن کی صفوں کو چیر کر اسے حیران کر، اسے دکھا کہ تیرے بازو میں کتنی طاقت ہے۔

پاسہ اے زلمیہ! مستی تورہ او ایمان واخلہ
شڑق شہ اور شہ تندر شہ او نر شہ خپل جانان واخلہ
زار دے دَشنو بریتو شم غلام دَغلام زوے یے تہ
پروت پہ دَوَسئی کے یے کہ زر زلہ زلمے یے تہ
تُورہ دے راواخلہ ننگ پختو او اسلام پورتہ کڑہ
لہ خپلو مستو سترگو دے نامہ دَغلام پورتہ کڑہ
پاسہ ننگیالیہ! نن دلبر او جانان وگنڑہ
نوم دَپختون وگنڑہ ناموس دَافغان وگنڑہ
ٹول جہان حیران کڑہ دَخپل شان پہ تماشہ
اے دَاحمد (۲۰) زویہ اے بچیہ دَشیر شاہ (۲۱)

فیضؔ نے معاشرے کے ناسور کے خلاف قلم سے جہاد کیا۔ انہوں نے دانستہ اپنے لیے انقلاب کا راستہ چنا اور ہمیشہ اس خارزار کو گلزار بنانے کی جتن کرتے رہے۔ وہ اپنی نظم "ادھر نہ دیکھو" میں اس بات کی یقین دہانی کرانا چاہتے ہیں کہ قلم یا تیغ کے دھنی لوگ عزم کے بھی پابند ہوتے ہیں۔ وہ ان لوگوں کی طرف بھی اشارہ کرتے ہیں جنہوں نے اپنا ضمیر تک بیچ دیا ہے اور معاشرے میں ان کا کوئی مقام نہیں۔ فیضؔ اس بات کی وضاحت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اے لوگو! تم ان سے عبرت حاصل کرو جنہوں نے اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کیا لیکن اپنی قوت اور اپنی عزت پر آنچ نہیں آنے دی۔ ان کی نظم "ادھر نہ دیکھو" ملاحظہ ہو۔

ادھر نہ دیکھو کہ جو بہار
قلم کے یا تیغ کے دھنی تھے
جو عزم و ہمّت کے مدّعی تھے
اب ان کے ہاتھوں میں صدقِ ایماں کی
آزمودہ پرانی تلوار مڑ گئی ہے
جو کج کُلہ صاحبِ چشم تھے
جو اہلِ دستار محترم تھے
ہَوس کے پُر پیچ راستوں میں
کُلہ کسی نے گِرُو ہے رکھ دی
کسی نے دستار بیچ دی ہے
ادھر بھی دیکھو
جو اپنے رُخشاں لُہو کے دینار
مفت بازار میں لُٹا کر
نظر سے اوجھل ہوئے
اور اپنی لحد میں اِس وقت تک غنی ہیں،
اُدھر بھی دیکھو
جو حرفِ حق کی صلیب پر اپنا تن سجا کر

جہاں سے رُخصت ہوئے

اور اہلِ جہاں میں اِس وقت تک نبی ہیں (۲۲)

فیضؔ کی انقلاب دوستی اور ان کے جہاندیدہ افکار کو سامنے رکھ کر ہمیں پتا چلتا ہے کہ جس طرح پشتونوں میں غنی خانؔ حق کا ساتھ دیتے تھے اور اس میں کسی کو خاطر میں نہ لاتے، ٹھیک اسی طرح فیضؔ بھی اپنی حق بات پر قائم رہتے حالاں کہ انہیں اس میں کئی دشواریوں کا سامنا بھی کرنا پڑا۔ وہ بیک وقت کئی محاذوں پر لڑتے رہے۔

گویا فیضؔ اور غنی خانؔ دونوں ایک مشن لیے دنیا میں پیدا ہوئے تھے۔ غنی خان ذیل کے اشعار میں کہتے ہیں کہ حکمرانی وہ بلند مرتبہ ہے کہ بغیر تلوار کے اس کا حصول ناممکن ہے۔ اللہ تعالیٰ کو پانا اور اس کی رضا اتنا آسان کام نہیں۔ ان دونوں کے لیے مستی اور جوان مردی درکار ہے۔ یہ عام انسان کے بس کی بات نہیں۔ اس لیے اے جوان! بلند مرتبہ کے حصول کے لیے مستی اور جوان مردی کے علاوہ چمکتی تلوار کی بھی ضرورت ہے۔

سرداری نہ کیگی دَتُوری دَ مستئ نہ بغیر

اللہ لیدے نہ شی، دَحسن پرستئ نہ بغیر

سکندری قلندری، دواڑہ سرور غواڑی

واڑہ مستی او جوانمردی، خند غرور غواڑی (۲۳)

فیض کا اپنی نظم ”سر وادیٔ سینا“ میں اُٹھایا ہوا سوال دنیائے اسلام میں گونجا، تو یوں محسوس ہوا جیسے ہر چہار سمت سے جواب آیا ہو: ”نہیں ہے“! ____ اچھا، نہیں ہے، تو پھر اسلام سے محبت اور خُدا سے عشق کے دعوؤں کی حقیقت کیا ہے؟ فیضؔ کا یہ جذباتی احساس ان کے چاہنے والوں کے ہاں بہت زیادہ پایا جاتا ہے۔

غنی خانؔ کہتے ہیں کہ جس شراب میں مستی نہ ہو، شاعر نے اس کی مثال ترش اور بے ذائقہ پانی سے دی ہے۔ یعنی شاعر کہتا ہے کہ جس شراب میں خمار کر دینے والی خاصیت نہ ہو اس کی مثال اس پانی جیسا ہے جو کڑوا اور بد ذائقہ ہو۔ اسی طرح جس انسان کی زندگی میں انقلاب کا جذبہ نہ ہو، وہ زندگی محض برائے نام ہے۔ ایسے انسان کو زندگی ایک بوجھ معلوم ہونی چاہیے۔ یعنی شاعر انسانوں کی زندگی میں انقلاب کا نمایاں جذبہ دیکھنا چاہتے ہیں۔

چہ خمار مستی ترے وَزی شراب خے ترخے اوبہ وی

چہ سرور غرور یے نہ وی داژوندون ژوندون دَسہ وی (۲۴)

غنی خانؔ ذیل کے اشعار میں کہتے ہیں کہ اے نوجوان! تیری مضبوط انگلیاں اور قوت سے لبریز بازو محض کسی کو منت سماجت کے لیے نہیں بنے۔ بحیثیت تومند نوجوان جب تیرا سر جھک جاتا ہے تو ایسے میں تُو بہت بُرا نظر آنے لگتا ہے، اے نوجوان اُٹھ! تیری مثال خطرناک زہریلے سانپ کی سی ہے، تم دشمن کے لیے آفت بن جاؤ، قسمت بنانا اور بگاڑنا تیرے ہاتھوں کا کمال ہے، تیری آنکھوں میں ہی کسی کی موت اور زندگی ہے، اے نوجوان فرعون کے گھر کی دیوار کی طرح اس دیوار کو ریزہ ریزہ کر کے دنیا پر واضح کر دو کہ تیری اصلیت کیا ہے۔ تمام دنیا کو پختون قوم کی اصل سے آگاہ کر کے دکھا۔ تلوار چلانے والوں کو سکھا کہ تلوار کیسی چلائی جاتی ہے۔

داستا گوتے د فولادو تش دعازارئی لہ نہ دی
داستامٹے د مرانے جوڑے دے خوارئی لہ نہ دی
داستازور پختو او تورہ، ستاد سرے وینے غورزنگ
چی داخکلے سر دے ٹیٹ شی زوانہ ځکاری ڈیر بدرنگ
پاسہ پاسہ پچہ او کڑہ ستاد سرے وینے غورزنگ
تہ آفت یے تہ غضب یے دَسور تندریو گزاریے
ستادالاس دَقسمت لاس دے، وَرانول جوڑول دوی کا
ستاپہ ستر گو کے اجل دے، وَرکول سوزول دوی کا
دَفرعون دَکور پشانے داحصار خاوَرے ایرے کڑہ
دامغرورہ سر تس نس کڑہ داغرور ذرے ذرے کڑہ
پاسہ وخیہ دنیاتہ دَپختون دَبچو ننگ
پاسہ واوَروہ شغال تہ دَویستلو تورو شڑنگ (۲۵)

ترانہ کے نام سے فیضؔ کے یہ غزلیہ اشعار ملاحظہ ہوں جس میں آپ انقلاب کے سچے شیدائی دکھائی دیتے ہیں۔

اے خاک نشینو اُٹھ بیٹھو، وہ وقت قریب آپہنچا ہے
جب تخت گرائے جائیں گے، جب تاج اُچھالے جائیں گے
اب ٹوٹ گریں گی زنجیریں، اب زندانوں کی خیر نہیں

جو دریا جھوم کے اُٹھے ہیں، تنکوں سے نہ ٹالے جائیں گے
کٹتے بھی چلو، بڑھتے بھی چلو، بازو بھی بہت ہیں، سر بھی بہت
چلتے بھی چلو، کہ اب ڈیرے منزل ہی پہ ڈالے جائیں گے
اے ظلم کے ماتو لب کھولو، چپ رہنے والو چپ کب تک
کچھ حشر تو اِن سے اُٹھے گا، کچھ دور تو نالے جائیں گے (۲۶)

''ترانہ'' نظم جاندار اور خاص وعام میں مقبول ہے۔ اس نظم میں شاعر خاص کر نوجوانوں سے مخاطب ہیں کہ اے نوجوانو! تم اپنی منزل کو پانے کے لیے ہر ممکن کوشش کرو۔ تمہیں اپنی منزل پانے میں کئی مصائب بھی جھیلنے پڑیں مگر تمہیں عزم واستقلال کے ساتھ قائم رہنا ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ تیرے قدم ڈگمگائے اور تم دشمن کی چال میں آجاؤ نہیں تیرا دشمن بہت کمزور ہے۔

غنی خانؔ کی شاعری میں وطن اور قوم سے محبت ایسے انداز سے بیان ہوئی ہے کہ اس میں کسی قسم کا تضاد نہیں پایا جاتا۔ ان کی شاعری قوم پرستی اور وطن پرستی کی ترجمان ہے۔ ذیل کے اشعار ان کا ملک و قوم کے ساتھ بے انتہا محبت کا ثبوت ہیں۔ غنی خانؔ ان اشعار میں لکھتے ہیں کہ اگر میں غلام مر گیا اور میں اپنے خون میں نہیں نہایا تو مجھے مسجد سے دُور رکھیے، اگر میں دشمن کی فوج کو ٹکڑے ٹکڑے نہ کروں تو اے میری ماں! تجھے میرے پیچھے رونے کا کوئی حق نہیں، یا تو یہاں غیرت کو عام کر دوں گا اور یا اپنی گلی کوچوں کو تباہ وبرباد کر کے رکھ دوں گا۔

کہ خازے شنے مے پہ قبر وی ولاڑے
کہ غلام مڑ وَم، رازئی توکئی پری لاڑے
کہ پہ خپلو وینو نہ وَم لمبیدلے
پہ مامہ پلیتوئی دَجماعت غاڑے
چے قطرے قطرے مے فوج دَ دشمن نہ کا
مورے ماپسے پہ کوم مخ بہ تہ ژاڑے
یا بہ دابے ننگہ ملک باغِ عدن کڑم
یا بہ کڑم دپختنو کوسے ویجاڑے (۲۷)

فیضؔ کو انسانی رویّوں، ان کے اندرونی حسد، طبقاتی نظام، سامراج دشمن کے خلاف بولنے کی اجازت نہیں تھی تاہم پھر بھی وہ کسی سے نہ ڈرے اور اپنے مؤقف پر ڈٹے رہے۔ بل کہ اتنا کہا جاسکتا ہے کہ اس معاملے میں وہ اور بھی ڈھیٹ بنے کہ ظلم کے خلاف کھل کر کہنا چاہیے۔ ان کا خیال ہے کہ ظلم کے خلاف اٹھ کر جہاد کرنے والے ہی سر خرو ہوتے ہیں۔ چپکے سے ظلم سہنا اور اس کے خلاف علمِ بغاوت بلند نہ کرنا دلیروں کی نشانی نہیں۔ وہ کہتے ہیں۔

اَن گنت صدیوں کے تاریک بہیمانہ طلسم
ریشم و اطلس و کمخاب میں بُنوائے ہوئے
جابجا بکتے ہوئے کوچہ و بازار میں جسم
خاک میں لتھڑے ہوئے خون میں نہلائے ہوئے
لَوٹ جاتی ہے ادھر کو بھی نظر کیا کیجیے
اب بھی دلکش ہے ترا حسن مگر کیا کیجیے (۲۸)

غنی خانؔ نے اپنی انقلابی شاعری میں یہ واضح کیا ہے کہ وہ واقعی غنی تھے۔ ان کی دلیرانہ شہرت کے چرچے تمام پٹھانوں میں مشہور ہیں۔ شاعری کی زبان میں انہوں نے جانوروں سے بھی باتیں کیں۔

فیضؔ اور غنی خانؔ کی شاعری میں انقلاب کی ہم آہنگی پائی جاتی ہے۔ ان دونوں شعرا نے اپنی زندگی میں ہمیں بہت کچھ دیا۔ انہوں نے ہمیں تہذیبی لحاظ سے مالا مال کیا۔

ان نامور شعرا نے قیمتی سرمایہ آج کی نسل کو چھوڑا۔ غنی خانؔ اور فیضؔ کی شخصیت کے کئی پہلوؤں پر کافی تحقیق کی جاچکی ہے۔ انہوں نے اپنے فن کے ذریعے انسانوں کے روشن مستقبل کے لیے خود سختیاں جھیلیں مگر وہ سب کچھ نہیں ہونے دیا جو ہو رہا تھا۔ فیضؔ اور غنی خانؔ انقلاب کے حوالے سے تاریخ کا اہم حصہ ہیں۔ انہوں نے اپنی زندگی جیلوں میں جھلسے ماحول میں گزاری لیکن حق کے شیدائی بنے رہے۔ دنیا ان کی عظیم ادبی خدمات کی احسان مند رہے گی۔

حوالہ جات

۱۔ کلیاتِ غنیؔ۔وزارتِ قومی و قبائل۔ریاستِ نشریات ۱۹۸۵ءاین ڈبلیو ایف پی پشاور ص۔۲۰
۲۔ کلیاتِ غنیؔ۔وزارتِ قومی و قبائل۔ریاستِ نشریات ۱۹۸۵ءاین ڈبلیو ایف پی پشاور ص۔۲۱
۳۔ نسخہ ہائے وفا۔فیض احمد فیضؔ۔مکتبہ ءکارواں، کچہری روڈ،لاہور،۲۰۱۳ء ص۔۸۰
۴۔ کلیاتِ غنیؔ۔وزارتِ قومی و قبائل۔ریاستِ نشریات ۱۹۸۵ءاین ڈبلیو ایف پی پشاور ص۔۶۳
۵۔ نسخہ ہائے وفا۔فیض احمد فیضؔ۔مکتبہ ءکارواں، کچہری روڈ،لاہور،۲۰۱۳ ء ص۔۶۴۹،۶۴۸
۶۔ کلیاتِ غنیؔ۔وزارتِ قومی و قبائل۔ریاستِ نشریات ۱۹۸۵ءاین ڈبلیو ایف پی پشاور ص۔۸۱
۷۔ نسخہ ہائے وفا۔فیض احمد فیضؔ۔مکتبہ ءکارواں، کچہری روڈ،لاہور،۲۰۱۳ء ص۔۶۶
۸۔ کلیاتِ غنیؔ۔وزارتِ قومی و قبائل۔ریاستِ نشریات ۱۹۸۵ءاین ڈبلیو ایف پی پشاور ص۔۱۱۱
۹۔ نسخہ ہائے وفا۔فیض احمد فیضؔ۔مکتبہ ءکارواں، کچہری روڈ،لاہور،۲۰۱۳ء ص۔۸۰
۱۰۔ کلیاتِ غنیؔ۔وزارتِ قومی و قبائل۔ریاستِ نشریات ۱۹۸۵ءاین ڈبلیو ایف پی پشاور ص۔۱۵۷
۱۱۔ نسخہ ہائے وفا۔فیض احمد فیضؔ۔مکتبہ کارواں کچہری روڈ،لاہور سن ندارد ص۔۸۴
۱۲۔ کلیاتِ غنیؔ۔وزارتِ قومی و قبائل۔ریاستِ نشریات ۱۹۸۵ءاین ڈبلیو ایف پی پشاور ص۔۸۲
۱۳۔ نسخہ ہائے وفا۔فیض احمد فیضؔ۔مکتبہ کارواں کچہری روڈ،لاہور سن ندارد ص۔۲۹۴
۱۴۔ کلیاتِ غنیؔ۔وزارتِ قومی و قبائل۔ریاستِ نشریات ۱۹۸۵ءاین ڈبلیو ایف پی پشاور ص۔۱۰۱
۱۵۔ نسخہ ہائے وفا۔فیض احمد فیضؔ۔ندائے غیب۔(مرے دل مرے مسافر)،مکتبہ کارواں کچہری روڈ،لاہور سن ندارد ص۔۶۱۹
۱۶۔ کلیاتِ غنیؔ۔وزارتِ قومی و قبائل۔ریاستِ نشریات ۱۹۸۵ءاین ڈبلیو ایف پی پشاور ص۔۱۵۰
۱۷۔ نسخہ ہائے وفا۔فیض احمد فیضؔ۔غبارِ ایام۔مکتبہ کارواں کچہری روڈ،لاہور سن ندارد ص۔۶۸۴
۱۸۔ کلیاتِ غنیؔ۔وزارتِ قومی و قبائل۔ریاستِ نشریات ۱۹۸۵ءاین ڈبلیو ایف پی پشاور ص۔۷۷
۱۹۔ نسخہ ہائے وفا۔فیض احمد فیضؔ۔مکتبہ کارواں کچہری روڈ،لاہور سن ندارد ص۔۶۹۹
۲۰۔ احمد شاہ بابا۔(۱۱۶ق۔ب) پشتو زبان کے صاحبِ دیوان شاعر
۲۱۔ کلیاتِ غنیؔ۔وزارتِ قومی و قبائل۔ریاستِ نشریات ۱۹۸۵ءاین ڈبلیو ایف پی پشاور ص۔۲۳۷،۲۳۶

۲۲۔ نسخہ ہائے وفا۔ فیض احمد فیضؔ۔ ادھر نہ دیکھو۔ مکتبہ کارواں کچہری روڈ، لاہور سن ندارد ص۔۶۹۵

۲۳۔ کلیاتِ غنیؔ۔ وزارتِ قومی و قبائل۔ ریاستِ نشریات ۱۹۸۵ء این ڈبلیو ایف پی پشاور ص۔۴۶۳

۲۴۔ کلیاتِ غنیؔ۔ وزارتِ قومی و قبائل۔ ریاستِ نشریات ۱۹۸۵ء این ڈبلیو ایف پی پشاور ص۔۲۴۳

۲۵۔ کلیاتِ غنیؔ۔ وزارتِ قومی و قبائل۔ ریاستِ نشریات ۱۹۸۵ء این ڈبلیو ایف پی پشاور ص۔۲۴

۲۶۔ نسخہ ہائے وفا۔ فیض احمد فیضؔ۔ مکتبہ کارواں کچہری روڈ، لاہور سن ندارد ص۔۱۳۸

۲۷۔ لٹون۔ غنی خان بابا۔ یونیورسٹی بک ایجنسی پشاور ۲۰۰۷ء ص۔۱۴

۲۸۔ نسخہ ہائے وفا۔ فیض احمد فیضؔ۔ زندان نامہ۔ مکتبہ کارواں کچہری روڈ، لاہور سن ندارد ص۔۲۲۵